سبعہ معلقات

(تعارف، اہمیت اور منتخب اشعار)

E-MARKAZ
YOUR ONLINE MADRASA

فہرست

تاریخی پس منظر:........ 5

اہم شعری مجموعے:........ 6

1- المعلقات السبع........ 6

2-دیوان المفضلیات........ 6

خصوصیات:........ 7

3-الاصمعیات........ 7

خصوصیات:........ 7

4-دیوان الحماسۃ........ 7

خصوصیات:........ 8

5-کتاب الاغانی........ 8

خصوصیات:........ 8

سبعہ معلقات کی مشہور شروحات........ 9

شعر کی تعریف اور شرعی حدود و حیثیت:........ 10

قرآن و سنت کی تفہیم میں اشعار جاہلی کی حیثیت........ 13

پہلا معلقہ۔امرء القیس........ 16

تعارف: 16
سبعہ معلقات میں امتیازی مقام: 17
بلاغت وفصاحت کا شاہکار شاعر: 18
منتخب اشعار 18
دوسرا معلقہ - طرفہ بن العبد 21
تعارف: 21
ادبی مقام: 21
منتخب اشعار: 22
تیسرا معلقہ - زُہَیر بن ابی سُلمیٰ 25
تعارف: 25
شعری مقام ومرتبہ: 25
منتخب اشعار 27
چوتھا معلقہ - لَبِید بن ربیعۃ العامری رضی اللہ تعالیٰ عنہ 30
تعارف: 30
لبید کی شاعری؛ مقام واسلوب: 30
شاعری سے کنارہ کشی: 30

زبانِ نبوت سے آپ کے ایک مصرعہ کی تعریف: 32
منتخب اشعار: 32
پانچواں معلقہ - عمرو بن کلثوم 35
نام ونسب: 35
معلّقہ کا پس منظر: 35
منتخب اشعار 36
چھٹا معلقہ - عنترہ بن شداد العبسی 38
نام ونسب: 38
ادبی مقام اور شعری اسلوب: 38
منتخب اشعار 39
ساتواں معلقہ - حارث بن حلزہ 42
تعارف: 42
ادبی مقام: 42
منتخب اشعار 43

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمدُ للهِ الَّذِیْ ھُو الرَّحمٰنُ، علَّمَ القُرآنَ، خَلَقَ الانسانَ، علَّمَهُ البَیانَ، والصَّلاۃُ والسَّلامُ علیٰ أَفصَحِ العربِ، سیّدِ العَرَبِ والعَجَمِ، مُحمَّدِنِ المُصطفی الذیْ قَالَ:اِنَّ مِن الشِّعرِ لحِکمۃً ۔ اَمَّا بَعد:

تاریخی پس منظر:

انسانی دلچسپیوں اور نفسیاتی عوامل میں شعر کو بڑی بنیادی اہمیت حاصل ہے۔ طبیعتیں اس کی طرف مائل ہوتی ہیں، اس کو پسند کرتی ہیں اور اس سے اچھا یا برا سبق لیتی ہیں۔ یہی معاملہ زمانۂ جاہلیت میں بھی تھا۔ جاہلیت میں شعر؛ عرب کا علمی دیوان، ان کے نسب و فخر کی دلیل اور ان کی عقل و حکمت کی انتہا سمجھا جاتا تھا۔ وہ اپنے بیشتر معاملات میں اشعار ہی کو دلیل اور حجت کے طور پر پیش کرتے تھے۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا قول ہے:

"الشِّعرُ دِیوانُ العَرَبِ".

ترجمہ: شعر عربوں کا دیوان (یادگارِ علم) ہے۔

مکہ مکرمہ کو حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام، حضرت اسماعیل علیہ السلام اور خاص طور پر خانہ کعبہ کی وجہ سے جو مرکزیت حاصل تھی، اس کی بنا پر پورے عرب کے لوگ موسمِ حج میں مکہ مکرمہ میں جمع ہوتے تھے۔ وہاں پر بڑے بڑے تجارتی میلے اور بازار لگا کرتے تھے۔ ان بازاروں میں خرید و فروخت اور دیگر سرگرمیوں کے ساتھ ساتھ شعر و شاعری کی بڑی بڑی مجالس بھی منعقد ہوتی تھیں۔

عرب کے کونے کونے سے شعراء اور سامعین ان مجالس میں شرکت کرتے تھے۔ ان مجلسوں میں شعراء کے لیے ایک اونچا اسٹیج بنایا جاتا تھا، جس پر وہ چڑھ کر اپنا قصیدہ اور اس کے اشعار پڑھتے تھے۔ وہاں پر بڑے بڑے

نامور شعراء اور اہلِ فہم و فراست لوگ موجود ہوتے تھے، جن میں سب سے زیادہ اہمیت قریش کے سرداران کو حاصل ہوتی تھی۔ ان سرداران کی موجودگی میں پڑھے جانے والے قصائد میں سے جس قصیدے کو سب سے زیادہ پسندیدگی حاصل ہوتی، اور جسے سب سے اچھا سمجھا جاتا، وہ قصیدہ پورے عرب میں مشہور ہو جاتا۔ اور جس قصیدے کو تمام لوگ متفقہ طور پر پسند کرتے، اسے ریشمی کپڑے پر سونے کے پانی سے لکھ کر کعبہ کے پردوں کے ساتھ لٹکا دیا جاتا تھا۔ شاہانِ وقت بھی ان قصائد کو بڑی اہمیت دیتے تھے اور اپنے خاص خزانہ میں لکھوا کر رکھا کرتے تھے۔

اہم شعری مجموعے:

زمانۂ جاہلیت کے اشعار، قصائد اور نظموں کو کئی لوگوں نے کتابی صورت میں محفوظ کیا۔ ان میں سے چند مشہور کتب کے نام درج ذیل ہیں:

1- المعلقات السبع

مرتب: حماد الراویہ؛ وفات: 155ھ

یہ وہ قصائد ہیں جو دورِ جاہلیت کے طویل اور اعلیٰ پایہ اشعار پر مشتمل ہیں۔ انہیں عربی شعر کا شاہکار سمجھا جاتا ہے۔ انہیں "معلقات" اس لیے کہا جاتا ہے کیونکہ یا تو یہ کعبہ کے پردوں پر لٹکائے جاتے تھے، یا اس لیے کہ یہ اپنے جمال اور بلاغت کی بنا پر لوگوں کے اذہان میں راسخ ہو جاتے تھے۔

2- دیوان المفضلیات

مرتب: المُفضَّل بن محمد بن یعلی بن عامر الضَّبِّی الکوفی؛ وفات: 178ھ

یہ معلقات کے بعد سب سے قدیم شعری مجموعہ ہے، جس میں 128 قصائد اور قطعات شامل ہیں، جو جاہلی، مخضرم اور ابتدائی اسلامی عہد کے شعراء کا کلام ہے۔ یہ جاہلی شاعری کا معتبر ترین ماخذ شمار کیا جاتا ہے کیونکہ

مؤلف نے صحیح روایت کا خاص اہتمام کیا۔

خصوصیات:

1. شعراء کے انتخاب میں تنوع سے کام لیا گیا ہے۔ یعنی جاہلی، مخضرمی اور اسلامی شعراء؛ تینوں کے کلام سے انتخاب کیا گیا ہے۔
2. صرف معتبر زبانی روایات پر اعتماد کیا گیا ہے۔
3. کتاب کو سادہ اور واضح اسلوب میں تحریر کیا گیا ہے۔

3-الاصمعیات

مرتب: ابو سعید عبد الملک بن قریب بن عبد الملک بن علی بن اصمع الباھلی البصری؛ وفات: 213ھ

یہ شعری مجموعہ لغت اور گرامر کے مشہور امام اصمعی نے اپنی روایات سے مرتب کیا، جس میں جاہلی اور مخضرم شعراء کا کلام شامل ہے۔

خصوصیات:

1. اس مجموعہ کی سب سے اہم خصوصیت لغت، زبان اور ادب پر بھرپور توجہ ہے، اسی وجہ سے یہ ادبی اور لغوی دونوں اعتبار سے ایک معتبر مرجع ہے۔
2. ایسے نادر شعراء کا کلام بھی موجود ہے جن کا کلام دوسری کتب میں نہیں ملتا۔
3. کتاب میں بلاغت اور جاہلی اسلوب کے عمدہ نمونے اکٹھے کیے گئے ہیں۔

4-دیوان الحماسۃ

مرتب: ابو تمام حبیب بن اوس بن الحارث الطائی؛ وفات: 231ھ

عباسی دور کے مشہور قصیدہ گو شاعر ابو تمام نے اس دیوان میں جاہلی اور اسلامی اشعار سے بہترین انتخاب

پیش کیا ہے۔ یہ دیوان حسنِ انتخاب اور بلاغت کی عمدہ مثال سمجھا جاتا ہے۔

خصوصیات:

1. اشعار و قصائد کا انتخاب نہایت عمدہ اور نفیس ہے۔
2. کتاب کو مختلف ابواب میں منقسم کیا گیا ہے اس وجہ سے کتاب میں بھرپور موضوعاتی تنوع پایا جاتا ہے مثلاً شجاعت، حمیت، عصبیت، فخر، مرثیہ، نسب وغیرہ۔
3. حسنِ ترتیب اور تہذیب کے اعتبار سے یہ مجموعہ بے مثل سمجھا جاتا ہے۔

5- کتاب الاغانی

مرتب: ابو الفرج علی بن الحسین بن محمد بن احمد بن الھیثم القرشی الاموی الاصفھانی؛ وفات: 356ھ

یہ ایک ضخیم موسوعہ (انسائیکلوپیڈیا) ہے، جس میں مصنف نے شعراء کے حالات، ان کی مجالس اور سینکڑوں جاہلی و اسلامی اشعار جمع کیے۔

خصوصیات:

1. یہ کتاب؛ ادب، تاریخ، نقد اور سیرت کا جامع اور بے نظیر مجموعہ اور مرجع ہے۔
2. اس میں ایسے بہت سے اشعار بھی ہیں جو دیگر دیوانوں میں محفوظ نہیں۔
3. اس میں گمنام جاہلی شعراء کے بارے میں قیمتی معلومات مہیا کی گئی ہیں۔

ہم اس محاضرہ میں ان کتب میں سے سب سے معروف یعنی "المعلقات السبع" پر گفتگو کریں گے، اور ہر معلقہ کے چند منتخب اشعار کا اردو ترجمہ بھی ذکر کریں گے۔ نیز، ہم شعراء کے حالاتِ زندگی، ہر معلقہ کے اہم مضامین اور ان کی نمایاں خصوصیات کا بھی جائزہ لیں گے۔

ان کتابوں میں سب سے زیادہ شہرت المعلقات کی ہوئی، جسے مشہور مؤرخ، وقائع نگار، عربی لغت اور شعر

کے سب سے بڑے ماہر حماد ابن ابی لیلی الراویۃ (م 155ھ) نے جمع کیا۔ ان کا لقب ہی "الراویہ" پڑ گیا تھا، کیونکہ وہ اشعار کی روایت کثرت سے کرتے تھے۔ کہا جاتا ہے کہ انہوں نے ولید بن یزید کی مجلس میں دو ہزار سات سو قصائد زبانی سنائے تھے۔

حماد الراویہ نے اس کتاب کا نام "المشهورات" رکھا تھا، مگر بعد میں لوگ اسے "المعلقات" کے نام سے یاد کرنے لگے، اور وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اس کتاب کا اصل نام تاریخ کے اوراق میں ہی باقی رہ گیا۔ عوام و خواص میں یہ مجموعہ اب "سبعہ معلقات" کے نام سے مشہور ہے۔ ان سات معلقات میں سے اکثر وہ قصائد ہیں جو بازارِ عکاظ میں پڑھے گئے تھے۔

معلقات کو ایک اور نام "المُذَهَّبات" بھی دیا گیا ہے، جس کا مطلب ہے" :سونے سے لکھے ہوئے کلام "۔ انہیں یہ نام اس لیے دیا گیا کیونکہ یا تو انہیں سونے سے لکھ کر خانہ کعبہ پر لٹکایا جاتا تھا، یا اس لیے کہ ان کا مضمون سونے جیسے قیمتی خیالات پر مشتمل ہوتا تھا۔ ان اشعار کو "القصائد الطوال "یعنی طویل قصائد بھی کہا جاتا ہے۔

سبعہ معلقات کی مشہور شروحات

سبعہ معلقات کی کئی شروح لکھی گئی ہیں، جن میں سے نمایاں درج ذیل ہیں:

ابو بکر محمد بن القاسم الانباری (متوفیٰ328ھ)

ابو جعفر احمد بن محمد النحاس النحوی (متوفیٰ338ھ)

القاضی الامام المحقق ابو عبد اللہ حسن بن احمد بن الحسین الزوزنی (متوفیٰ486ھ)

ابو زکریا یحیی بن علی بن الخطیب التبریزی (متوفیٰ502ھ)

التعلیقات علی السبع الملقات از شیخ الادب مولانا ذوالفقار علی دیوبندی رحمہ اللہ

تاہم ان سب میں سب سے زیادہ شہرت جس شرح کو حاصل ہوئی وہ علامہ زَوزَنی کی شرح ہے۔ "زوزن" خراسان اور ہرات (موجودہ افغانستان) کے درمیان ایک مشہور شہر تھا، اسی نسبت سے انہیں "زوزنی" کہا جاتا ہے۔ امام سیوطی رحمہ اللہ نے علامہ زوزنی کو نحو اور لغت میں "امام العصر" قرار دیا ہے۔ دنیا بھر میں علامہ زوزنی کی شرح سب سے زیادہ مقبول اور معروف ہے، جو برصغیر کے مدارس اور عرب دنیا میں سبعہ معلقات کے ساتھ شائع ہوتی ہے اور پڑھائی جاتی ہے۔

شعر کی تعریف اور شرعی حدود و حیثیت:

الشِّعْرُ: کلامٌ موزونٌ مُقَفًّى، یدلُّ علی معنیً، ویقصد به التاثیر فی النفوس

ترجمہ: شعر وہ کلام ہے جو موزوں (وزن میں ہو)، مقفیٰ (قافیہ دار) ہو، اور معنی پر دلالت کرتا ہو، نیز دل پر اثر ڈالنے کی غرض سے کہا گیا ہو۔

قرآن کریم نے شعر کو شانِ نبوت کے لائق تو قرار نہیں دیا:

وَ مَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ وَ مَا یَنْۢبَغِیْ لَهٗ ؕ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ وَّ قُرْاٰنٌ مُّبِیْنٌ (٦٩)

سورۃ یٰس، آیت:69

ترجمہ: اور ہم نے ان پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو شاعری نہیں سکھائی اور وہ ان کے شایانِ شان بھی نہیں۔ یہ تو فقط ایک نصیحت اور واضح قرآن ہے۔

یہ اس بات کی تاکید ہے کہ قرآن کریم وحی الٰہی ہے نہ کہ شاعری، اور رسول ﷺ کوئی شاعر نہیں بلکہ نبی ہیں۔ البتہ دیگر شعراء کے لیے نفی اور اثبات دونوں کے ساتھ بیان کیا ہے:

وَ الشُّعَرَآءُ یَتَّبِعُهُمُ الْغَاوٗنَ (٢٢٤) اَلَمْ تَرَ اَنَّهُمْ فِیْ كُلِّ وَادٍ یَّهِیْمُوْنَ (٢٢٥) وَ اَنَّهُمْ یَقُوْلُوْنَ مَا لَا یَفْعَلُوْنَ (٢٢٦) اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَ ذَكَرُوا اللّٰهَ كَثِیْرًا وَّ انْتَصَرُوْا مِنْۢ بَعْدِ مَا ظُلِمُوْا ؕ وَ سَیَعْلَمُ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْۤا اَیَّ مُنْقَلَبٍ یَّنْقَلِبُوْنَ (٢٢٧)

اور رہے شاعر لوگ؛ تو ان کی پیروی بہکے ہوئے لوگ کیا کرتے ہیں۔ کیا تم نے دیکھا نہیں کہ وہ ہر وادی [خیال] میں بھٹکتے پھرتے ہیں۔ اور وہ ایسی باتیں کہا کرتے ہیں جو خود نہیں کرتے۔ سوائے ان شاعروں کے جو ایمان لائے، جنہوں نے نیک اعمال کیے اور جنہوں نے اللہ تعالیٰ کو کثرت سے یاد کیا اور اپنے اوپر ظلم ہونے کے بعد انہوں نے بدلہ لیا۔ اور ظالم لوگوں کو بہت جلد معلوم ہو جائے گا کہ وہ کس انجام سے دوچار ہونے والے ہیں۔

ان آیات مبارکہ میں فضول گو شعراء کی مذمت کے ساتھ ساتھ اچھے شعراء کی تحسین کی گئی ہے، جو ایمان، عمل صالح اور ذکرِ الٰہی کے ساتھ شاعری کریں۔ البتہ پہلی قسم کے شعراء کے اشعار میں بھی اگر حکمت و دانائی کی باتیں ہوں یا ان کو لغت، نسب، جغرافیہ، الفاظ معانی کی تلاش وغیرہ جیسے مقاصد کے تحت پڑھا پڑھایا جائے تو اس کی گنجائش ہے۔ بلکہ یہ ایک مستحسن عمل ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ان اشعار کا پڑھنا اور سننا اور خود آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم سے ان اشعار کا سننا ثابت ہے۔

عَنْ أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ , قَالَ: "إِنَّ مِنَ الشِّعْرِ لَحِكْمَةً."

ترجمہ: حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" :بیشک کچھ شعر حکمت و دانائی پر مبنی ہوتے ہیں"۔

اس حدیث مبارک سے معلوم ہوتا ہے کہ شاعری اگر حکمت پر مبنی ہو تو قابلِ قدر ہے۔

عَنْ عَمْرِو بْنِ الشَّرِيدِ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: "رَدِفْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا، فَقَالَ: هَلْ مَعَكَ مِنْ شِعْرِ أُمَيَّةَ بْنِ أَبِي الصَّلْتِ شَيْءٌ؟ قُلْتُ: نَعَمْ، قَالَ: هِيهْ، فَأَنْشَدْتُهُ بَيْتًا، فَقَالَ: هِيهْ، ثُمَّ أَنْشَدْتُهُ بَيْتًا، فَقَالَ: هِيهْ، حَتَّى أَنْشَدْتُهُ مِائَةَ بَيْتٍ."

صحیح مسلم؛ رقم الحدیث 5885

عمرو بن شرید اپنے والد شرید رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک دن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم کے ساتھ سوار ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تمہیں امیہ بن ابی الصلت کے شعروں میں سے کچھ یاد ہے؟ میں نے عرض کی، جی ہاں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تو لاؤ (سناؤ)۔ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک شعر سنایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اور سناؤ۔ میں نے ایک اور شعر سنایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اور سناؤ۔ میں نے ایک اور شعر سنایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اور سناؤ۔ یہاں تک کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک سو اشعار سنائے۔

ثابت ہوا کہ قرآن و سنت میں شاعری کو کلی طور پر نہیں روکا گیا بلکہ مفید شاعری کی تعریف کی گئی ہے۔ اسلامی حدود شاعری کی حلت و حرمت کا دار و مدار مضمون پر ہے۔ اسلام میں شاعری کے لیے درج ذیل اخلاقی و دینی حدود بیان کی گئی ہیں:

- حلال و اخلاقی موضوعات مثلاً توحید، رسالت، حمدِ خداوندی، مدح رسول ﷺ، حکمت، اخلاق، اصلاح، دعوت وغیرہ سے متعلق شاعری ایک دینی خدمت ہے اور اس پر بہت اجر ہے۔
- اسی طرح ترغیب یا اصلاح اور قوم و ملت یا فرد کی اصلاح کے لیے شاعری بھی جائز و مطلوب ہے۔
- البتہ باطل و فحش کلام، جھوٹ، غیبت، فحاشی، ہجو، غلو وغیرہ سے متعلق اشعار قابل مذمت اور حرام ہیں۔

قرآن و سنت کی تفہیم میں اشعار جاہلی کی حیثیت

دورِ جاہلیت میں عرب معاشرہ شاعری کو تمدنی، تاریخی، جنگی اور اخلاقی اظہار کا سب سے مؤثر ذریعہ سمجھتا تھا۔ قبیلوں کی عزت، ذلت، شہرت یا گمنامی کا دار و مدار اکثر شعراء اور ان کے کلام پر ہوتا تھا۔ یہ اشعار ہی ان کے اس معاشرے کی فصیح زبان اور مفاہیم کے اظہار کا اصل ذریعہ تھے۔ چونکہ قرآن کریم کی زبان فصیح عربی قریشی لہجہ اور لغت پر مبنی ہے، لہٰذا اس کے الفاظ، تراکیب، محاورات، اور اشارات کی تفہیم میں دورِ جاہلیت کے عربی اشعار کی بھی بہت اہمیت ہے۔ دور جاہلی کے اشعار قرآن کریم کے اسالیب، الفاظ اور بلاغت کو سمجھنے میں مدد دیتے ہیں۔

مفسرین کرام اپنی تفاسیر میں بارہا دورِ جاہلی کے اشعار لاتے ہیں، الفاظ و بلاغتِ قرآنی کی توضیح میں شعر جاہلی سے استدلال کرتے ہیں اور شعر جاہلی کو معانی، مفردات، کنایہ، مجاز اور قبائلی عرف کے فہم کا ذریعہ بناتے ہیں۔ اسی طرح محدثین کرام بھی لغت و بلاغت کی مشکل الفاظ کی تشریح کے لیے شعر جاہلی سے استدلال کرتے ہیں۔

یاد رکھیں کہ شعر جاہلی محض عربوں کی فنی میراث نہیں، بلکہ قرآن و حدیث کی زبان کو سمجھنے کے لیے ایک زندہ لغت، ایک تاریخی قاموس، اور ایک فصیح و بلیغ ذائقہ ہے۔

قَالَ سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيبِ: بَينَمَا عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ – رَضِي اللهُ عَنْهُ – عَلَى الْمِنْبَرِ، قَالَ: يا أَيهَا النَّاسُ، مَا تَقُولُونَ فِي قَوْلِ اللهِ – عَزَّ وَجَلَّ –: ﴿أَوْ يأْخُذَهُمْ عَلَى تَخَوُّفٍ﴾، فَسَكَتَ النَّاسُ، فَقَالَ شَيخٌ مِنْ بَنِي هُذَيلٍ: هِي لُغَتُنَا يا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ، التَّخَوُّفُ: التَّنَقُّصُ.

فَخَرَجَ رَجُلٌ فَقَالَ: يا فُلَانُ، مَا فَعَلَ دِينُكَ؟ قَالَ: تَخَوَّفْتُهُ، أَي: تَنَقَّصْتُهُ؛ فَرَجَعَ فَأَخْبَرَ عُمَرَ. فَقَالَ عُمَرُ: أَتَعْرِفُ الْعَرَبُ ذَلِكَ فِي أَشْعَارِهَا؟ قَالَ: نَعَمْ؛ قَالَ شَاعِرُنَا أَبُو كَبِيرٍ الْهُذَلِي يصِفُ نَاقَةً تَنَقَّصَ السَّيرُ سَنَامَهَا بَعْدَ تَمَكُّهِ وَاكْتِنَازِهِ:

تَخَوَّفَ الرَّحْلُ مِنْهَا تَامِكًا قَرِدًا

كَمَا تَخَوَّفَ عُودَ النَّبْعَةِ السَّفَنُ

فَقَالَ عُمَرُ: يا أَيهَا النَّاسُ، عَلَيكُمْ بِدِيوَانِكُمْ شِعْرِ الْجَاهِلِيةِ، فَإِنَّ فِيهِ تَفْسِيرَ كِتَابِكُمْ وَمَعَانِي كَلَامِكُمْ.

تفسیر قرطبی؛ تحت سورۃ النحل آیت 47

ترجمہ: سعید بن المسیب فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ منبر پر خطبہ دے رہے تھے، تو آپ نے پوچھا" :اے لوگو! تم اللہ عزوجل کے اس فرمان کے بارے میں کیا کہتے ہو؟ ﴿أَوْ يأْخُذَهُمْ عَلَى تَخَوُّفٍ﴾ (یعنی: اللہ اُنہیں آہستہ آہستہ پکڑ لے)؟"

تو لوگ خاموش ہو گئے۔ پھر قبیلہ بنی ہذیل کا ایک بزرگ کھڑا ہوا اور کہنے لگا" :اے امیر المؤمنین! یہ تو ہماری زبان ہے۔ 'التخوّف' کا مطلب ہوتا ہے 'تنقّص' یعنی کسی چیز میں آہستہ آہستہ کمی واقع ہونا۔"

اس کے بعد ایک شخص باہر نکلا، اور اس نے کسی دوسرے سے پوچھا:

"اے فلاں! تمہارے دین کا کیا حال ہے؟" تو اس نے جواب دیا: "میں نے اس میں تخوّف کیا" یعنی "میں نے اس کو کمزور کر دیا"۔ پھر وہ شخص حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس واپس آیا اور یہ بات بتائی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا": کیا عرب (زمانۂ جاہلیت میں) اپنے اشعار میں بھی اس معنی کو استعمال کرتے تھے؟" اس نے کہا: جی ہاں، ہمارے قبیلہ کا مشہور شاعر ابو کبیر الہذلی اپنی اونٹنی کا حال بیان کر رہا ہے جس کا کوہان مسلسل سفر، مشقت اور چلنے کی وجہ سے رفتہ رفتہ گھٹنے لگا:

اُس اونٹنی سے کجاوہ آہستہ آہستہ کم ہونے لگا

جیسے نبعہ کی لکڑی کو رندہ رفتہ رفتہ چھیلتا ہے

تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

"اے لوگو! تم پر لازم ہے کہ تم اپنے دیوانِ شعر یعنی جاہلیت کے اشعار کو محفوظ رکھو، کیونکہ انہی میں تمہارے قرآن کی تفسیر اور تمہارے کلام کے معانی موجود ہیں۔"

تفسیر قرطبی میں ہی ایک دوسرے مقام پر ہے:

وَالْفَطْرُ: الْابْتِدَاءُ وَالِاخْتِرَاعُ. قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: كُنْتُ لَا أَدْرِي مَا فَاطِرُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ، حَتَّى أَتَانِي أَعْرَابِيَانِ يَخْتَصِمَانِ فِي بِئْرٍ، فَقَالَ أَحَدُهُمَا: أَنَا فَطَرْتُهَا، أَيْ: أَنَا ابْتَدَأْتُهَا.

تفسیر قرطبی؛ تحت سورۃ فاطر آیت 1

فطر کا مطلب "ابتداء اور ایجاد (نئے سرے سے پیدا کرنا)" ہے۔

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنیہ فرماتے ہیں" :میں نہیں جانتا تھا کہ ﴿فَاطِرُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ﴾ (آسمانوں اور زمین کے فاطر) کا کیا مطلب ہے، یہاں تک کہ دو بدوی (دیہاتی) میرے پاس ایک کنویں کے معاملے میں جھگڑتے ہوئے آئے۔ ان میں سے ایک نے کہا' :أَنَا فَطَرْتُهَا' یعنی 'میں نے اس کنویں کو سب سے پہلے شروع کیا ہے (سب سے پہلے کھودا ہے)'۔ تب مجھے پتہ چلا کہ 'فاطر' کا مطلب ہوتا ہے: 'جس نے کسی چیز کو ابتداءً پیدا کیا ہو۔'"

دو جلیل القدر صحابہ کرام رضی اللہ عنہما کی یہ دو مثالیں شعر جاہلی کی تعلیم کی اہمت کو واضح کرنے کے لیے کافی ہیں۔

پہلا معلقہ۔ امرء القیس

تعارف:

پورا نام امرؤُ القَیس بنُ حُجر الکِندی ہے۔ امرؤَ القیس کا تعلق مشہور عرب قبیل کندہ سے تھا۔ اس کے باپ حُجر بن الحارث الکندی یمن کے بادشاہوں میں سے تھا، جو اپنی حکمرانی اور جاہ و جلال میں معروف تھے۔ امرؤَ القیس کا نام مختلف کتب میں مختلف انداز میں لیا جاتا ہے: جیسے: امرؤَ القیس، ابن حجر، ذو القروح، الملک الضلیل وغیرہ۔ اس کی کنیت ابو وھب ہے۔ اور لقب ذُو القُرُوح (چیچک کی بیماری کی وجہ سے)، اور الملک الضلیل (گم شدہ یا گمراہ بادشاہ)۔

امرؤَ القیس سے عربی کے علاوہ دیگر زبانوں کے لوگ بھی واقف ہیں اور مختلف زبانوں میں اس کی شاعری کے ترجمے بھی ہو چکے ہیں۔ امراؤَ القیس بادشاہ زادہ تھا۔ اس کے والد اسے بادشاہ بنانا چاہتے تھے مگر اس نے بادشاہت پر عیاشی اور آوارگی کو ترجیح دی۔ اس کی شاعری میں حسن و عشق کی فطری عکاسی ملتی ہے۔ وہ محبوبہ کے کھنڈرات پر رونے والا پہلا شاعر تھا۔ اس کے قصیدے کا پہلا ہی شعر اس مضمون کو لیے ہوئے ہے۔ اسی کی وجہ سے قدیم عربی شاعری میں "الوقوف علی الاطلال" کی بنیاد پڑی اور اسی کے نقش قدم پر چلتے ہوئے دیگر شعراء بھی "اطلال" پر آنسو بہاتے رہے۔ امراؤَ القیس کا یہ طرز عربی شاعروں کے لیے زبردست محرک ثابت ہوا اور شاعروں نے ویران کھنڈرات کو اپنی شاعری میں آباد کر دیا اور "اجڑے دیار" کو ابدی زندگی عطا کر دی۔ امراؤَ القیس نے جن الفاظ اور فطری تشبیہات کا استعمال کیا ہے، ان کی نظیر نہیں ملتی۔ اس کی تشبیہات میں کمال درجے کی جدت و ندرت پائی جاتی ہے۔

امرؤَ القیس کو جاہلی دور کا پہلا بڑا شاعر تصور کیا جاتا ہے، جس نے عشق، فطرت، اور جنگ کے مضامین کو شعر کے قالب میں بے مثال انداز سے پیش کیا۔ اس کے اشعار میں زندگی کی رنگینیاں، فطری مناظر، رومانویت، شکار اور ہجرت جیسے موضوعات غالب ہیں۔ اس کی زندگی عیاشی، عشق و شباب، اور پھر انتقام کی جدوجہد سے بھرپور

تھی۔اس کے والد حُجر کو ایک دشمن قبیلے "بنو اسد" نے قتل کر دیا تھا، جس کے بعد امرؤ القیس نے انتقام کی مہم شروع کی۔ اس مہم میں وہ ناکام رہا، اور پھر آخر میں مایوسی کی حالت میں روم کے شہنشاہ قیصر کے دربار پہنچا، مگر وہاں سے بھی مایوس ہوا۔ بعض روایات کے مطابق قیصر روم نے اسے ایک زہر آلود خلعت دی، جس کو پہننے کے بعد اس کے جسم میں زہر کا اثر ہو گیا اور وہ اسی حالت میں واپسی کے سفر میں انقرہ (ترکیہ) میں فوت ہوا۔

روایت ہے کہ جب اسے باپ کے قتل کی خبر ملی تو پکار اٹھا:

ضَيعَنِي صَغِيرًا ، وَحَمَّلَنِي دَمَهُ كَبِيرًا ، لَا صَحْوَ الْيَوْمَ وَلَا سُكْرَ غَدًا ، وَالْيَوْمَ خَمْرٌ ، وَغَدًا أَمْرٌ.

"اس (باپ) نے کم عمری میں مجھے ضائع کیا اور بڑے ہو کر اپنے خون کا بدلہ مجھ پر ڈال دیا، نہ آج ہوش ہے نہ کل مستی، آج شراب ہے، کل جنگ۔"

اس دن اس نے خوب شراب نوشی کی اور اس کے بعد پھر موت تک شراب کو ہاتھ نہیں لگایا۔

امرؤ القیس کی وفات کی حتمی اور درست تاریخ واضح نہیں، لیکن محققین کے مطابق یہ 530 تا 540ء کے درمیان ہوئی۔ یعنی اس کی وفات اسلام سے تقریباً 80-90 سال قبل ہوئی، لہٰذا وہ دَورِ اسلام سے قبل ہی فوت ہو چکا تھا اور زمانۂ نبوی ﷺ نہیں پایا۔

سبعہ معلقات میں امتیازی مقام:

امرؤ القیس کی قصیدہ گوئی کو اتنا بلند مقام حاصل ہوا کہ اس کا معلقہ، سبعہ معلقات میں سر فہرست رکھا گیا۔ عربی ادب کے نقاد اور محققین اس کے کے کلام کو جاہلی شاعری کا نمونہ قرار دیتے ہیں۔

امرؤ القیس نے قصیدہ گوئی کے جس فنی ڈھانچے کو تشکیل دیا، وہ بعد کے تمام جاہلی و اسلامی شعراء کے لیے نمونہ بن گیا۔ امرؤ القیس کے کلام خصوصاً اس کے معلقہ کی نمایاں باتیں اور اہم مضامین درج ذیل ہیں:

1. تشبیب (محبوبہ کی یاد اور اس کے حسن کی منظر کشی)
2. رثاء الخلیل (ساتھی کی موت کا نوحہ)
3. وصف الطلَل (اجڑ چکے خیموں کا ذکر)
4. فخر اور حماسی انداز

بلاغت و فصاحت کا شاہکار شاعر:

امرؤ القیس کے اشعار فصاحت، تشبیہ، مجاز اور محاکات کے عمدہ نمونے ہیں۔ ان کی زبان، انداز، تمثیل اور منظر نگاری بعد کے تمام عرب شعرا کے لیے "مدرسہ" بن گئی۔ حتیٰ کہ عربی شعر کے محققین کے مطابق اگر کسی بھی شاعر کو امرؤ القیس سے تشبیہ دی جائے تو یہ اس کے مقام کو پانے کی کوشش نہیں بلکہ اس کے مقام و مرتبہ کی بلندی اور اس سے دوسروں کی عاجزی کے اظہار کی وجہ سے ہوتی ہے۔ امرؤ القیس کے ہاں فطرت، بارش، بجلی، عورت، اونٹ، گھوڑے اور تلوار کی تصویر کشی بڑے اچھوتے انداز میں دکھائی دیتی ہے۔ خاص طور پر گھوڑے کے بارے میں اس کی کہی ہوئی حماسی تشبیہات عرب ادب کی کلاسیکی مثالوں میں شمار ہوتی ہیں۔ عرب کے اکثر شعراء پر اس کی شاعری کا گہرا اثر رہا۔ اسلامی ادب میں بھی امرؤ القیس کا حوالہ اکثر لغت، نحو، عروض، اور بلاغت کے مباحث میں دیا جاتا ہے۔

منتخب اشعار

قِفا نبك من ذِكرى حبيبٍ ومنزل ... بِسِقطِ اللّوى بينَ الدَّخول فَحَوْمَلِ

اے میرے دونوں دوستو! رکو؛ تاکہ ہم سب محبوب اور اس کے مکان پر آنسو بہالیں۔ وہ مکان جو ریت کے ٹیلے کے کنارے پر، مقام دخول اور حومل کے درمیان ہے۔

فتُوضِحَ فالْمِقراةِ لم يعْفُ رَسْمُها ... لما نَسَجَتْها من جنوبٍ وشَمْأَلِ

جس کے ایک طرف مقام توضح اور دوسری جانب مقراۃ واقع ہیں۔ اس مقام کے نشانات ابھی تک مٹے نہیں ہیں؛ شمالی اور جنوبی ہواؤں کے چلنے کے سبب سے۔

تری بَعَرَ الأَرْآمِ فی عَرَصاتِها ... وقیعانها کأنَّهُ حَبُّ فُلْفُلِ

تمہیں سفید ہرنوں کی مینگنیاں اس کے صحنوں میں، اور اس کے میدانوں میں یوں بکھری نظر آرہی ہیں، جیسے وہ سیاہ مرچ کے دانے ہیں۔

کأنی غَداۃَ البَینِ یومَ تَحَمَّلوا ... لدی سَمُراتِ الحی ناقِفُ حَنظلِ

میں اس جدائی والے دن؛ جب کہ وہ لوگ روانہ ہو رہے تھے، تو میں قریب ہی ببول کے درختوں کی آڑ سے یہ منظر دیکھ کر یوں آنسو بہا رہا تھا، جیسے کوئی حنظل توڑنے والا ہو۔

وُقوفًا بها صَحْبِی عَلَی مَطِیهُمْ ... یقولونَ لا تهلِكْ أسیً وتَجَمَّلِ

میرے دوستوں نے میری بات سن کر اپنی سواریاں وہاں روک لیں۔ اور کہنے لگے: تم مارے افسوس کے اپنے آپ کو ہلاک نہ کرو، اور صبر جمیل سے کام لو۔

یہ پہلے پانچ اشعار ہیں۔ جن میں وقوف علی الطلال اور رثاء علی الخلیل کیا گیا ہے۔

وَقَدْ أَغْتَدِی والطَّیر فی وُکنَاتِهَا ... بِمُنْجَردٍ قَیدِ الأوابِدِ هَیکلِ

میں صبح سویرے اس وقت بیدار ہوتا ہوں جب پرندے اپنے آشیانوں میں ہوتے ہیں۔ اور ایک ایسے کم بال والے گھوڑے پر سوار ہو کر نکلتا ہوں جو (تیز رفتاری کی وجہ سے) جنگلی جانوروں کے لیے قید کی مانند ہے اور بہت قوی ہیکل ہے۔

مِکَرٍّ مِفَرٍّ مُقْبِلٍ مُدْبِرٍ مَعًا ... کجلمود صخرٍ حطَّه السیلُ مِنْ عَلِ

زبردست حملہ آور ہے، بڑی تیزی سے پہلو بھی بدلتا ہے۔ بیک وقت آگے اور پیچھے ہٹنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ اس چٹانی پتھر کی طرح جسے سیلاب نے بلندی سے لڑھکا دیا ہو۔

كُمَيتٍ يزِلُّ اللّبْدُ عن حالِ متنه ... كما زَلّتِ الصّفْواءُ بالْمُتَنَزّلِ

سرخی مائل سیاہ رنگ والا ہے، (اتنا چھریرا اور اتنی چکنی کمر والا ہے کہ) نمدے کو اپنی پیٹھ کے درمیان سے یوں پھسلا دیتا ہے جیسے چکنا سخت پتھر بارش کو۔

على الذَّبْلِ جَيّاشٍ كأنّ اهتزامَهُ ... إذا جاشَ فيه حميهُ غَلْيُ مِرْجَلِ

باوجود چھریرے پن کے بڑا گرم جوشیلا ہے، جب اس کی گرمی جوش مارتی ہے تو اس کے ہانپنے کی آواز ایسے ہوتی ہے جیسے کسی ہانڈی کو ابال آرہا ہو۔

مِسَحٍّ إذا ما السَّابِحَاتُ على الوَنَى ... أَثَرنَ الغُبَارَ بالكَدِيدِ الْمُرَكَّلِ

وہ اس وقت بھی بارش کی طرح تیز رفتار رہتا ہے جب کہ تیز رفتار گھوڑیاں تھکاوٹ کی وجہ سے سخت روندی ہوئی زمین میں غبار اڑانے لگتی ہیں۔ (یعنی پاؤں رگڑ کر چلتی ہیں)

يزِلّ الغُلامَ الْخِفَّ على صَهَواتِهِ ... ويلْوي بأَثْوابِ العَنيفِ الْمُثَقَّلِ

ہلکے پھلکے نوجوان لڑکے کو تو ویسے ہی اپنی کمر سے پھسلا دیتا ہے اور تجربہ کار کڑیل سوار کے کپڑے بھی گرا دیتا ہے۔ (اسے کپڑے سمیٹنے کا موقع ہی نہیں دیتا)

دَرِيرٍ كَخُذْروفِ الوليدِ أمَرَّهُ ... تتابُعُ كَفَّيهِ بِخَيطٍ مُوَصَّلِ

اتنا تیز رفتار ہے جیسے بچے کا لٹو، جسے اس کے ہاتھوں نے مضبوط بٹے ہوئے دھاگے سے مسلسل گھمایا ہو۔

مذکورہ اشعار میں گھوڑے کی تعریف کی گئی ہے۔

دوسرا معلقہ - طرفہ بن العبد

تعارف:

مکمل نام ونسب یہ ہے: طَرَفَة بن العَبد بن سُفْيان بن سَعْد بن مالك بن ضُبَيعة بن قَيس بن ثَعْلَبة البَكْرى الوائلى

کنیت ابو عمرو ہے۔ ولادت: تقریباً 543ء میں اور وفات تقریباً 569ء میں یعنی بعثتِ نبوی ﷺ سے تقریباً 40 سال قبل ہوئی۔ قبیلہ بنی بکر بن وائل سے تعلق تھا۔ یہ اہل نجد میں سے ایک معزز قبیلہ سمجھا جاتا ہے جس کا مرکز بحرین، یمامہ، اور اطرافِ نجد تھا۔

ادبی مقام:

طرفہ بن العبد جاہلیت کا سب سے کم عمر، لیکن نہایت بلند پایہ شاعر شمار ہوتا ہے۔ اس کی زندگی سیاسی کشمکش، بادشاہوں کی بے اعتنائی، اور درباری رقابتوں سے بھرپور تھی۔ طرفہ بن العبد کا تعلق ایک معزز مگر مفلس خانوادہ سے تھا۔ وہ اپنے تایا "المتلمس الضبعي" جو کہ خود بھی ایک بڑا شاعر تھا؛ کے ساتھ بادشاہ عمرو بن ہند کے دربار میں شریک رہا۔ طرفہ نے تیز زبانی اور تنقید کی وجہ سے بادشاہ کی ناراضی مول لی اور جوانی میں قتل کر دیا گیا۔ بادشاہ عمرو بن ہند نے طرفہ کو ایک قصیدۂ طنزیہ پر سزا دیتے ہوئے بحرین کے ایک عامل کے ساتھ مہر بند خط دے کر بھیجا، جس میں اس کے قتل کا حکم تھا۔ طرفہ کو علم نہیں تھا کہ اس فرمان میں اس کے قتل کا حکم ہے۔ قتل کے وقت اس کی عمر صرف 26 سال تھی۔ اس لیے اسے "شاعر مقتول" یا "شاعر الشباب" بھی کہا جاتا ہے۔

طرفہ کا ایک طویل قصیدہ معلقات سبعہ میں شامل ہے۔ اس کے معلّقہ میں زبان کی روانی، طنز، نخوت، طیش، شباب، تخیل اور حسنِ فطرت سب کچھ ملتا ہے۔ اس معلقہ کے ابتدائی اشعار عشق وشباب، شراب، اور مفرح مناظر پر مبنی ہیں۔ اس کی تشبیہات میں جدت اور تخیل میں رفعت نمایاں ہے۔ اس نے اپنی محبوبہ "خولہ" اور اس کے اجڑے دیار کا خاص ذکر کیا ہے۔

اس قصیدہ کے اہم موضوعات شباب، محبت، شراب، آزادی، موت، فطرت کی تصویر کشی ہیں۔ یہ قصیدہ بحرِ وافر میں ہے۔ کمال درجے کی بلاغت مثلاً تشبیہ، تجسیم، مبالغہ اور طنز بیک وقت نظر آتت ہیں۔ لہجہ بے باک، انقلابی اور کہیں کہیں فکاہیہ ہے۔

طرفہ کے بارے میں کہا جاتا ہے:

وكان طرفة من أبلغهم بيتاً، وأقصرهم عمراً، وأشدهم جُرأةً

"طرفہ سب سے بلیغ شعر کہنے والا، عمر میں سب سے چھوٹا، اور سب سے زیادہ جرات مند شاعر تھا۔"

منتخب اشعار:

لِخَوْلَةَ أَطْلالٌ بِبُرقَةِ ثَهْمَدِ ... تَلوحُ كباقي الوَشْمِ في ظاهر اليدِ

خولہ کے گھر کے نشانات مقام برقتہ ثہمد میں موجود ہیں، ایسے چمک رہے ہیں جیسے ہاتھ کی پشت گودنے کا باقی ماندہ نشان ہو۔

وُقوفًا بها صحبي على مَطِيهُمُ ... يقولونَ لا تَهْلِكْ أسىً وتَجَلّدِ

میرے دوستوں نے میری بات سن کر اپنی سواریاں وہاں روک لیں۔ اور کہنے لگے: تم مارے افسوس کے اپنے آپ کو ہلاک نہ کرو، اور ہمت سے کام لو۔

كأَنَّ حُدوجَ المالِكيةِ غُدْوَةً ... خَلايا سَفينٍ بالنَّوَاصِفِ من دَدِ

مالکیہ قبیلے کے ہودج صبح کے وقت وادی دَد" کے اطراف میں یوں محسوس ہو رہے تھے جیسے بڑی بڑی کشتیاں ہوں۔

عَدَوليةٌ أو مِنْ سَفِينِ ابن يامِنٍ ... يجُورُ به الملاح طورًا ويهتدي

وہ کشتیاں یا تو مقامِ "عدولی" کی بنی ہوئی ہیں یا "ابن یامن" کے ہاتھ کی۔ جن کو ملاح کبھی ٹیڑھا لے جاتا ہے اور کبھی سیدھا۔

یہ قصیدہ کے پہلے چار اشعار ہیں۔ ان میں وقوف علی الاطلال اور رثاء علی الخلیل ہے۔

كَقَنْطَرَةِ الرّومي أَقْسَمَ رَبّها ... لَتُكْتَنَفَنْ حتى تُشادَ بقَرْمَدِ

جیسے رومیوں کا پُل، جس کے مالک نے قسم کھائی ہو کہ اس کی نگرانی لازماً کی جائے، یہاں تک کہ اسے سرخ اینٹوں اور گچ سے تعمیر کر دیا جائے۔

وَأتلَعُ نَهّاضٌ إذا صَعّدَتْ بِهِ ... كَسُكّانِ بوصی بدِجلَةَ مُصْعِدِ

اور اس کی گردن بڑی لمبی اور بار بار اٹھنے والی ہے، جب وہ اسے اٹھاتی ہے تو یوں لگتا ہے جیسے دریائے دجلہ میں "بُوصی" کشتی کا پتوار اٹھ رہا ہو۔

وَخَدٌّ كقِرْطاسِ الشّآمي ومِشْفَرٌ ... كَسِبْتِ اليماني قِدُّهُ لم يحَرَّدِ

اور اس کے گال شامی کاغذ کی طرح ہیں اور ہونٹ ایسے ہیں جیسے وہ یمنی چمڑا جس کی تراش کو ٹیڑھا نہیں کیا گیا۔

یہ تین اشعار اس کی اونٹنی کی تعریف میں ہیں۔

وَلَسْتُ بِحَلّالِ التِّلَاعِ مَخَافَةً ... وَلكِنْ مَتَى يسْتَرْفِدِ القَوْمُ أرْفِدِ

میں خوف کے مارے ٹیلوں پر ٹھہرنے والا نہیں ہوں، لیکن جب بھی میری قوم مجھ سے مدد یا مہمانی مانگتی ہے، میں انہیں عطا کرتا ہوں۔

فإنْ تَبْغِنِي فِي حَلقَةِ القَوْمِ تلقَنِي ... وَإنْ تَقْتَنصنی فی الْحوانیت تصْطَدِ

اگر تو مجھے قوم کی مجلس میں تلاش کرے تو مجھے وہیں پائے گا، اور اگر تو مجھے بازاروں (یا شراب کی دکانوں) میں شکار کرنا چاہے تو وہاں بھی مجھے شکار کرلے گا۔ پا (یعنی میں ہر جگہ موجود ہوں گا۔)

وَظُلمُ ذَوِی القُرْبَیٰ أَشَدّ مَضَاضَةً ... علی الْمَرْءِ مِنْ وَقعِ الْحُسامِ المهنّدِ

قریبی رشتہ دار کا ظلم، آدمی پر تیز دھار ہندی تلوار کے زخم سے زیادہ تکلیف دہ ہوتا ہے۔

أنا الرّجُلُ الضّرْبُ الذی تَعرِفُونَهُ ... خَشَاشٌ کرَأسِ الْحیةِ الْمُتَوَقّدِ

میں وہی چست آدمی ہوں جسے تم جانتے ہو، سانپ کے شعلہ زن سر کی مانند تیز ہوں۔

ستُبْدِی لكَ الأَیامُ مَا کُنْتَ جاهلًا ... وَیأْتِیكَ بالأَخْبَارِ مَنْ لَمْ تُزَوّدِ

زمانہ تمہیں وہ باتیں دکھادے گا جن سے تم لاعلم تھے، اور تمہارے پاس وہ لوگ خبریں لے کر آئیں گے جنہیں تم نے زادِ راہ بھی نہ دیا تھا۔

تیسرا معلقہ–زُہَیر بن ابی سُلمیٰ

تعارف:

اس کا مکمل نام اور نسب یوں ہے: زُهَير بن أَبِي سُلمى ربيعة بن رباح بن قرط بن الحارث بن مازن بن ثعلبة المُزَنی

عرب کے معزز قبیلے مُزَینۃ سے اس کا تعلق تھا جو قریش کے حلیف قبائل میں شمار ہوتا تھا۔کنیت اَبو کعب تھی۔اس کی ولادت تقریباً 520ء میں اور وفات: تقریباً 609ء میں ہوئی یعنی بعثتِ نبوی سے چند سال پہلے انتقال ہوا، لہٰذا دورِ اسلام نہیں پایا۔

شعری مقام و مرتبہ:

زہیر کا کلام نصیحت آمیز اور سنجیدہ ہوتا تھا۔ وہ شعری عجلت سے اجتناب کرتے اور اپنے اشعار کو پختہ کرنے میں مہینوں لگا دیتے، اسی لیے اس کے قصائد کو حولیات کہا جاتا ہے۔ وہ سراپا نگاری اور مدح کے فن میں طاق تھا اور اس کے کلام میں حکمت و دانائی جھلکتی ہے۔ تشبیب میں وہ امرؤ القیس کی طرح "ام اوفی" کے اجڑے گھر کا ذکر کرتے ہیں، اور مقام دراج و متثلم کو خصوصی اہمیت دیتا ہیں۔ اس کے والد ابو سلمی بھی شاعر تھا اور اس کے بیٹے کعب بن زہیر رضی اللہ عنہ نے بعد میں اسلام قبول کیا اور حضور ﷺ کی خدمت میں قصیدہ "بانت سعاد" پیش کیا جسے قصیدہ بردہ بھی کہا جاتا ہے۔ زہیر نے زندگی کا بیشتر حصہ امن، قبائلی صلح، اور حکمت کے فروغ میں گزارا۔ زہیر کی شاعری اخلاق اور مردانگی کی درسگاہ تھی، اسی لیے اسے وہ لوگ ناپسند کرتے تھے جو ہجو اور بے حیائی کو پسند کرتے تھے۔

اس کی شاعری میں دنیوی لذتوں کی مذمت، موت کی یاد، اور عدل و اخلاق کی تعلیم پائی جاتی ہے۔ زہیر کو "حکمت کے شاعر" (شاعر الحِكمة) کا لقب دیا جاتا ہے۔ اس کی شاعری میں فصاحت، متانت، حلم، تجربہ، صلح

پسندی، اور اخلاقی اقدار کا گہرا رنگ نمایاں ہے۔

زہیر کے بارے میں یہ جملہ مشہور ہے:

وكان زُهَيرٌ من أَفصحهم لفظاً، وأَحكمهم شعراً، وأَبعدهم عن التكلف

ترجمہ: زہیر فصاحت میں سب سے بہتر، شاعری میں سب سے زیادہ حکمت والے اور تکلف سے سب سے دور تھا۔

زہیر بن ابی سلمی کے ایک طویل قصیدہ جو 62 اشعار پر مشتمل ہے؛ کو مُعلقات میں شامل کیا گیا ہے۔ اس کا معلقہ قبائل کے درمیان صلح کے موضوعات پر مبنی ہے۔ اس معلقہ میں عقلی استدلال، اخلاقی تعلیمات، اور انسان دوستی نمایاں ہیں۔ زہیر کا مشہور معلقہ ایک تاریخی قبائلی صلح کی یادگار ہے، جو دو قبیلوں عبس اور ذبیان کے درمیان ہوئی۔ اس صلح کو مرہ قبیلہ کے دو سرداروں ہرم بن سِنَان اور حارث بن عوف نے ممکن بنایا، اور فدیہ کے طور پر اپنی طرف سے تین ہزار اونٹ دیے۔ اس عظیم کارنامے پر زہیر نے اپنے معلقہ میں ان کی بھرپور مدح و توصیف کی۔ اس مدح کے صلے میں ہرم بن سنان نے زہیر کو ہر قصیدے کے عوض کوئی نہ کوئی غلام، لونڈی یا گھوڑا دیا کرتا۔

روایات میں آتا ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ ہرم بن سنان کے بیٹے سے فرمایا: مجھے وہ اشعار سناؤ جن میں زہیر نے تمہارے والد کی مدح کی تھی۔ جب اس نے زہیر کے اشعار سنائے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: زہیر تم لوگوں کی تعریف بہت خوبی سے کرتا تھا۔ ہرم کے بیٹے نے جواب دیا: ہم نے اسے دیا بھی بہت کچھ! اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نہایت حکمت آموز جملہ ارشاد فرمایا: تم نے جو کچھ اسے دیا وہ تو ختم ہو گیا، لیکن اس نے تمہیں جو کچھ دیا (یعنی اشعار میں مدح) وہ آج بھی باقی ہے!۔

ایک مرتبہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے کہا: مجھے اشعر الشعراء کے اشعار سناؤ۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ کے استفسار پر کہ یہ اشعر الشعراء کون ہے، آپ رضی اللہ عنہ

نے فرمایا: زہیر۔

زہیر کا معلقہ بحرِ طویل میں ہے۔ اس میں زیادہ تر کنایہ اور تشبیہات ملتی ہیں، مبالغہ بہت کم۔ لہجہ پر سکون، متوازن، اور سنجیدہ ہے۔

منتخب اشعار

أمِنْ أُمّ أوْفَى دِمْنَةٌ لم تَكَلّمِ ... بِحَوْمَانَةِ الدُّرّاجِ فالْمُتَثَلَّمِ

کیا یہ پرانی جگہ جس نے مجھ سے بات بھی نہیں کی، ام اوفیٰ کے گھر کی ہے؟ جو دُرّاج اور مُتَثَلّم کے مقامات کی پتھریلی زمین میں واقع ہے۔

وقفْتُ بها من بعدِ عشرِينَ حِجَّةً ... فَلَأْيا عَرَفْتُ الدّارَ بَعْدَ تَوهمِ

میں بیس سال بعد اس جگہ پر رکا، اور بڑی مشقت سے سوچ بچار کے بعد اس گھر کو پہچان پایا۔

یہ معلقہ کا پہلا اور چوتھا شعر ہے۔

فَأَقْسَمْتُ بالبَيتِ الذی طافَ حوْلَهُ ... رِجالٌ بَنَوْهُ من قُرَيشٍ وَجُرْهُمِ

پس میں اس بیت اللہ کی قسم کھاتا ہوں، جس کے گرد قریش اور جُرہم کے ان مردوں نے طواف کیا جنہوں نے اسے تعمیر کیا تھا۔

يميناً لَنِعْمَ السّيدانِ وُجِدْتُمَا ... على كلّ حالٍ مِنْ سَحيلٍ وَمُبْرَمِ

یہ قسم کھا کر کہتا ہوں کہ تم دونوں واقعی دنیا کے بہترین سردار ہو، ہر حال میں؛ خواہ وہ کوئی سادہ معاملہ ہو یا پیچیدہ اور سخت۔

تَدَارَكتُما عَبْسًا وَذُبيان بَعْدَمَا ... تَفَانَوا وَدَقّوا بَينَهم عطرَ مَنشِمِ

تم دونوں نے قبیلہ عبس اور ذُبیان کو اس وقت بچایا، جب وہ تباہ ہو چکے تھے اور انہوں نے آپس میں مَنشِم نامی عورت کا (منحوس) عطر پیس کر لگالیا تھا۔

23 يُنَجِّمُهَا قَوْمٌ لِقَومٍ غَرَامَةً ... وَلَمْ يهرِيقوا بينَهمْ مِلْءَ مِحْجَمِ

ایک قوم دوسری قوم کی دیت کو قسطوں میں ادا کر رہی ہے، حالانکہ ان کے درمیان ایک سینگی بھر خون بھی نہیں بہا تھا۔

فَلا تَكْتُمُنّ اللهَ مَا فِي نفوسِكُم ... لِيخْفى ومَهما يكتمِ اللهُ يعْلَمِ

پس تم اپنے دلوں کی بات اللہ تعالیٰ سے ہر گز نہ چھپاؤ کہ وہ چھپی رہ جائے، اور جو کچھ اللہ تعالیٰ سے چھپایا جائے، اللہ تعالیٰ اسے ضرور جان لیتا ہے۔

يؤخَّر فيوضَعَ فِي كِتَابٍ فَيدّخر ... لِيومِ الْحسابِ أو يعَجَّلْ فَينقَمِ

(گناہ/غدر کی سزا کو) مؤخر کر دیا جاتا ہے، پھر ایک کتاب میں لکھ دیا جاتا ہے اور محفوظ کر لیا جاتا ہے حساب کے دن کے لیے، یا پھر جلدی کی جاتی ہے تو اس کا بدلہ (دنیا میں ہی) لے لیا جاتا ہے۔

وَمَا الْحَرْبُ إلّا مَا علمتمْ وَذُقتُم ... وَما هوَ عَنها بالْحَديثِ الْمُرَجَّمِ

جنگ تو وہی ہے جسے تم جان چکے ہو اور اس کا مزہ چکھ چکے ہو، اور لڑائی کے بارے میں جو میں کہہ رہا ہوں یہ کوئی سنی سنائی بات نہیں۔

يجعَلِ الْمَعرُوفَ فِي غَيرِ أهلِهِ ... يكُنْ حَمْدُهُ ذَمًّا علَيهِ وَيندَمِ

اور جو شخص ایسے لوگوں کے ساتھ نیکی کرے جو اس کے اہل نہیں، تو اس کی تعریف اس کی مذمت بن

جاتی ہے، اور وہ پچھتاتا ہے۔

يغترِبْ يحْسِبْ عدُوًّا صَديقَهُ ... وَمَنْ لَمْ يكَرِّمْ نَفْسَهُ لَمْ يكرَّمِ

اور جو پردیس میں ہو، وہ اپنے دشمن کو دوست سمجھ بیٹھتا ہے، اور جو اپنی عزت خود نہ کرے، اسے کوئی عزت نہیں دیتا۔

وَمَهْمَا تكنْ عند امْرِئٍ من خَلِيقَةٍ ... وَإِنْ خَالها تَخْفَى على النَّاسِ تُعْلَمِ

اور انسان میں جو بھی خصلت ہوتی ہے، اگرچہ وہ یہ سمجھے کہ وہ وہ لوگوں سے مخفی رہے گی؛ مگر وہ خصلت پہچانی ہی جاتی ہے۔

وكائنْ تَرَى مِنْ صَامِتٍ لَكَ مُعْجِبٍ ... زِيادَتُهُ أَوْ نَقْصُهُ فِي التَّكَلُّمِ

اور کتنے ہی خاموش لوگ تمہیں پسند آتے ہیں، لیکن ان کا کمال یا نقص ان کے بولنے سے پتہ چلتا ہے۔

لسانُ الفتى نصْفٌ وَنِصْفٌ فُؤادُهُ ... فَلَمْ يبْقَ إلّا صُورَةُ اللَّحْمِ والدَّمِ

کسی نوجوان کا آدھا وجود اس کی زبان ہے اور آدھا اس کا دل، باقی تو صرف گوشت اور خون ہی ہے۔

وَإنّ سَفاَهَ الشَّيخِ لا حِلْمَ بَعْدَهُ ... وإنّ الفَتَى بَعدَ السّفَاهَةِ يحْلُمِ

اور بوڑھے کی بیوقوفی کے بعد کوئی بردباری نہیں! البتہ اگر نوجوان ناسمجھی کرے تو وہ بعد میں بردبار ہو جاتا ہے۔

چوتھا معلقہ – لَبید بن ربیعۃ العامری رضی اللہ تعالیٰ عنہ

تعارف:

مکمل نام و نسب یوں ہے: لَبِید بن رَبِیعَة بن مالك بن جَعْدَة بن کعب بن ربیعة العامری۔

آپ قبیلہ عامر بن صَعْصَعَة سے تعلق رکھتے تھے۔ نجد کے علاقہ میں پیدائش ہوئی۔ کنیت ابو عقیل تھی۔ ولادت: تقریباً 560ء اور وفات سن 41ھ / 661ء کے قریب بعض کتب میں 42ھ بھی مذکور ہے۔ یعنی حضرت سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور میں۔

لبید بن ربیعہ رضی اللہ عنہ نے بعثتِ نبوی ﷺ کے بعد بنو کلاب کے وفد کے ساتھ خدمت رسالت مآب ﷺ میں حاضری دی، اسلام قبول کیا اور صحابہ کرام کی فہرست میں شامل ہوئے۔ دورِ فاروقی میں کوفہ منتقل ہو گئے اور وہیں وفات پائی۔

لبید کی شاعری؛ مقام و اسلوب:

لبید بن ربیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شاعری میں بین القبائلی تنازعات، محبوبہ "نوار" کی یاد اور جاہلی ریت و رسم کی جھلک نمایاں ہے۔ ان کے اشعار کا ترجمہ مختلف زبانوں میں ہوا ہے۔ لہجہ حکیمانہ، متین، پر تفکر ہے اور اہم موضوعات میں توحید، فنا، اخلاق، مروت اور قبائلی نظام کی تصویر کشی شامل ہیں۔ آپ کا ایک قصیدہ سبعہ معلقات میں شامل ہے۔ ان کا معلقہ فلسفیانہ مزاج، عبرت آموزی، زہد و فنا شعاری اور توحیدی اشارات سے بھرپور ہے۔ لبید رضی اللہ عنہ ان چند جاہلی شعراء میں سے تھے جنہوں نے اسلام کا زمانہ پایا بلکہ مسلمان بھی ہوئے۔ ان کی شاعری میں حکمت، اخلاق، وفاداری، مروت، اور انسانی قدروں کی تعلیمات نمایاں ہیں۔

شاعری سے کنارہ کشی:

جب اسلام قبول کیا تو حضرت لبید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے شاعری کو ترک کر دیا۔ اسلام لانے کے بعد

صرف ایک شعر کہا:

الْحَمْدُ لِلّٰهِ إِذْ لَمْ يأْتِنِي أَجَلِي ... حَتَّى كَسَانِي مِنَ الْإِسْلَامِ سِرْبَالَا

اللہ کا شکر ہے کہ میری موت اس وقت تک نہیں آئی، جب تک اس نے مجھے اسلام کا لباس نہ پہنا دیا۔

اور ابن عبد البر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مذکورہ شعر قردہ بن نفاثۃ السلولی کا ہے۔ اور حضرت لبید رضی اللہ عنہ کا قبولِ اسلام کے بعد اکلوتا شعر درج ذیل ہے:

مَا عَاتَبَ الْمَرْءَ الْكَرِيمَ كَنَفْسِهِ ... وَالْمَرْءُ يُصْلِحُهُ الْجَلِيسُ الصَّالِحُ

شریف آدمی کو سب سے بہتر ملامت کرنے والی چیز اس کی اپنی ذات ہے، اور انسان کو نیک ساتھی بھی سنوار دیتا ہے۔

تفسیر قرطبی؛ تحت سورۃ البقرۃ آیت 1

وَسَأَلَهُ عُمَرُ فِي خِلَافَتِهِ عَنْ شِعْرِهِ، وَاسْتَنْشَدَهُ؛ فَقَرَأَ سُورَةَ الْبَقَرَةِ، فَقَالَ: إِنَّمَا سَأَلْتُكَ عَنْ شِعْرِكَ، فَقَالَ: مَا كُنْتُ لِأَقُولَ بَيْتًا مِنَ الشِّعْرِ، بَعْدَ إِذْ عَلَّمَنِي اللهُ الْبَقَرَةَ وَآلَ عِمْرَانَ؛ فَأَعْجَبَ عُمَرَ قَوْلُهُ، وَكَانَ عَطَاؤُهُ أَلْفَيْنِ، فَزَادَهُ خَمْسَمِائَةٍ.

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی خلافت کے دوران لبید رضی اللہ عنہ سے اُن کے اشعار کے بارے میں پوچھا اور اُن سے اشعار سنانے کو کہا۔ تو لبید نے سورۃ البقرہ پڑھ دی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے تم سے تمہارے اشعار کے بارے میں پوچھا تھا! لبید رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: جب سے اللہ تعالیٰ نے مجھے سورۃ البقرہ اور سورۃ آلِ عمران سکھائی ہیں، میں نے کبھی کوئی شعر نہیں کہا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ان کا یہ جواب بہت پسند آیا۔ ان کا وظیفہ پہلے دو ہزار درہم تھا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس میں پانچ سو اور بڑھا دیے۔

تفسیر قرطبی؛ تحت سورۃ البقرۃ آیت 1

زبانِ نبوت سے آپ کے ایک مصرعہ کی تعریف:

عَنْ أَبِي هُرَيرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ: أَصْدَقُ كَلِمَةٍ قَالَهَا شَاعِرٌ كَلِمَةُ لَبِيدٍ: أَلَا كُلُّ شَيْءٍ مَا خَلَا اللهَ بَاطِلٌ

متفق علیہ واللفظ لمسلم رقم الحدیث؛5889

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: شاعروں کے کلام میں سب سے سچی بات جو کسی شاعر نے کہی ہے، وہ لبید کی بات ہے" : آگاہ ہو جاؤ! اللہ کے سوا ہر چیز باطل ہے۔"

یہ پورا شعر یوں ہے:

أَلَا كُلُّ شَيْءٍ مَا خَلَا اللّٰهَ بَاطِلٌ

وَكُلُّ نَعِيمٍ لَا مَحَالَةَ زَائِلُ

آگاہ ہو جاؤ! اللہ تعالیٰ کے سوا ہر چیز باطل ہے اور ہر نعمت لازماً زوال پذیر ہونے والی ہے۔

منتخب اشعار:

عَفَتِ الدِّيارُ مَحَلُّهَا فَمُقَامُهَا ... بِمِنىً تَأَبَّدَ غَوْلُهَا فَرِجَامُهَا

مِنیٰ کی قیام گاہیں اور سکونت کی جگہیں مٹ چکی ہیں۔ غول اور رجام کے مقامات بھی مستقل ویران ہو گئے۔

دِمَنٌ تَجَرَّمَ بَعْدَ عَهدِ أنيسِها ... حِجَجٌ خَلَوْنَ حلالُها وَحَرامُها

ایسے کھنڈرات رہ گئے اُن کے رہنے والوں کے جانے کے بعد بہت سے سال بیت چکے ہیں، جن کے حلال مہینے بھی گزر گئے اور حرمت والے مہینے بھی۔

وَالعينُ ساكِنَةٌ عَلى أَطلائِها ... عُوذًا تَأَجَّل بالفَضاءِ بِهَامُها

جنگلی گائیں اپنے نوزائیدہ بچوں کے پاس کھڑی ہیں اور ان کے بچھیرے میدانوں میں غول در غول پھرتے ہیں۔

وَجَلَا السّيولُ عَنِ الطّلولِ كَأَنَّها ... زُبُرٌ تُجِدّ مُتُونَهَا أَقلامُها

سیلابوں نے کھنڈرات کے نشانات کو ظاہر کر دیا اور وہ یوں لگتے ہیں جیسے وہ کتابیں جن کے قلموں نے ان کی لکھائی کو دوبارہ زندہ کر دیا ہو۔

بَلْ ما تَذَكَّرَ من نَوَارَ وقَد نأَتْ ... وَتَقَطّعَتْ أَسبابُها وَرِمَامُهَا

اب نوار کو کیا یاد کرنا جب کہ وہ دور ہو چکی ہے اور اس سے رابطے کے تمام وسائل اور واسطے ختم ہو چکے ہیں۔

یہ اشعار وقوف علی الاطلال اور رثاء علی الخلیل کی عمدہ مثال ہیں۔

حَمَيتُ الْحَي تَحمُلُ شِكَّتي ... فُرُطٌ وَشاحِي إِذ غَدَوتُ لِجامُها

میں نے قبیلے کی حمایت اس حال میں کی تھی جب ایک تیز رفتار گھوڑی میرے ہتھیار اٹھائے ہوئے تھی۔ جب میں صبح کو چلا تو اس کی لگام میرے گلے کا ہار تھی۔

فَعَلَوتُ مُرتَقِبًا عَلى ذى هَبْوَةٍ ... حَرِجٍ إِلى أَعلامِهِنَّ قَتَامُها

تو میں ایک ایسے ٹیلے پر چڑھا جو مشکل اور غبار آلود تھا اور اس کا غبار دشمن کے جھنڈوں تک پہنچ رہا تھا۔

حَتّى إِذا أَلقَت يدًا فى كافِرٍ ... وَأَجَنَّ عَوراتِ الثُّغورِ ظَلامُها

یہاں تک کہ جب سورج نے خود کو اندھیرے میں ڈال دیا اور سرحد کی ان ہلاکت خیز جگہوں کو اس کی

تاریکیوں نے چھپالیا۔

أَسهَلتُ وَانتَصَبَت كَجِذعِ مُنيفَةٍ ... جَرداءَ يحصَرُ دونَها جُرّامُها

تب میں نیچے اترا اور میری گھوڑی بغیر پتوں والی لمبی کھجور کے اس تنے کی طرح سیدھی کھڑی تھی جس کی اونچائی کی وجہ سے جس کھجور توڑنے والے تنگ دل ہوتے ہوں۔

رَفَّعتُها طَرْدَ النّعامِ وَشَلَّهُ ... حَتّى إِذا سَخِنَت وَخَفَّ عِظامُها

میں نے اس گھوڑی کو شتر مرغوں کو جمع کرنے والی رفتار پر دوڑایا، بلکہ اس سے بھی زیادہ۔ یہاں تک کہ جب وہ خوب گرم ہو گئی اور اس کی ہڈیاں نرم پڑ گئیں۔

إِذا الرِياحُ تَناوَحَت ... خُلُجًا تُمَدُّ شَوارِعًا أَيتامُها

میری قوم کے لوگ پیالوں کو گوشت کی بوٹیوں کا تاج پہناتے ہیں جبکہ چار طرف سے (قحط والی) ہوائیں چل رہی ہوں، گویا وہ ایسی نہریں ہوں جن میں یتیم بچے تیر رہے ہوں۔ (جی بھر کر کھا رہے ہوں)

إِنّا إِذا اِلتَقَتِ المَجامِعُ لَم يزَل ... مِنّا لِزازُ عَظيمَةٍ جَشّامُها

جب بھی کبھی قبائل کا اجتماع ہو تو ہم میں سے لازماً ایک آدمی کسی بڑے کام کا ذمہ دار اور اس کی مشقت برداشت کرنے والا ہو گا۔

وَإِذا الأَمانَةُ قُسِّمَت في مَعشَرٍ ... أَوفى بِأَوفَرِ حَظِّنا قَسّامُها

جب اقوامِ عالم میں امانت تقسیم کی گئی تو امانت تقسیم کرنے والے خدا نے ہمیں کثیر اور کامل حصے کی امانت کا حامل بنادیا۔

پانچواں معلقہ - عمرو بن کلثوم

نام و نسب:

پورا نام و نسب یوں ہے: عَمْرُو بنُ کُلثُوم بن مالك بن عَتّاب بن سعد بن زُهَير بن جُشَم بن بَكر بن حَبِیب بن عَمْرو بن غَنْم بن تَغْلِب التَّغلبی الوائلی

قبیلہ تغلب سے تعلق تھا جو ربیعہ کی ایک شاخ ہے۔ مشہور القاب: فارس تغلب، شاعر الجاهلیة، سید العرب ہیں۔ کنیت ابو الاسود ہے۔ اس کی ولادت تقریباً 526ء میں ہوئی اور وفات تقریباً 584ء میں۔ یعنی اس کا انتقال بھی بعثت نبوی ﷺ سے قبل ہو چکا تھا۔ عمرو بن کلثوم تغلبی قبیلے کے سردار، نامور فارس، اور فصاحت و فخر کا شاعر تھا۔ اس کے باپ "کلثوم بن مالک" بھی جنگی و قبائلی عظمت کا امین تھا۔ کلثوم بن ملک کو بھی عربی ادب و شعر کے نمایاں ترین فخریہ شاعروں میں شمار کیا جاتا ہے۔ عمرو بن کلثوم کا سب سے مشہور کارنامہ معلّقہ فخر و نخوت ہے جو سبعہ معلقات میں شامل ہے۔ اس کی ماں کی ماں لیلی بنت المهلهل بھی مشہور شاعرہ تھی۔ قبائلی افتخار، بنو تغلب کی سربلندی اور بنو بکر پر فوقیت، غضب، جنگی حمیت، اور غیرت اس کی شاعری کے اہم موضوعات ہیں۔

معلّقہ کا پس منظر:

یہ قصیدہ دراصل بنو تغلب اور بنو بکر (قبیلہ وائل کے دو ذیلی گروہ) کے درمیان شدید قبائلی تنازع کے پس منظر میں لکھا گیا تھا۔ بنو تغلب کی جانب سے عمرو بن کلثوم اور بنو بکر کی جانب سے الحارث بن حلّزۃ بادشاہ عمرو بن ھند کے دربار میں اپنا مقدمہ پیش کرتے ہیں۔ عمرو بن کلثوم کا معلّقہ زبردست فخر، غیرت اور غضب کا اظہار یہ ہے، جس نے ادب عربی میں لازوال حیثیت حاصل کی۔ اس قصیدہ کا اسلوب فخر و طنطنہ، حماسی، خطیبانہ، ذاتی انا اور جنگی غیرت کی انتہا لیے ہوئے ہے۔ ابن رشیق القیروانی فرماتے ہیں:

لو قیلَ لأهل الفخر: اختاروا شاعركم، لقالوا: عمرو بن كلثوم.

ترجمہ: اگر اہل فخر سے کہا جائے کہ اپنا شاعر منتخب کرو، تو وہ عمرو بن کلثوم کو منتخب کریں گے۔

منتخب اشعار

وَإِنّاسَوْفَتُدْرِكُنَاالْمَنَايَا ...مُقَدَّرَةًلَنَاومُقَدَّرِينَا

عنقریب موتیں ہمیں آن لیں گی، جو ہمارا مقدر ہیں اور ہم ان کا مقدر!

أَبَاهِنْدٍفَلَاتَعْجَلْعَلَيْنَا ...وأَنْظِرْنَانُخَبِّرْكَالْيَقِينَا

اے ابو ہند! ہمارے معاملے میں جلد بازی نہ کر، ہمیں مہلت دے تا کہ ہم تجھے صحیح اور یقینی خبر دیں۔

بِأَنَّانُورِدُالرَّايَاتِبِيضًا ...وَنُصْدِرُهُنَّحُمْرًاقَدْرَوِينَا

کہ ہم میدان جنگ میں سفید جھنڈوں کو اتارتے ہیں اور اس حالت میں واپس کرتے ہیں کہ وہ سرخ اور (خون سے) سیراب ہو چکے ہوتے ہیں۔

مَتَىنَنقُلْإِلىقَومٍرَحَانا ...يكُونوافىاللِّقاءِلَهَاطَحينا

جب ہم کسی قوم پر اپنی جنگ کی چکی چلاتے ہیں تو وہ لڑائی میں اس چکی کا آٹا بن جاتے ہیں۔

نَشُقُّبِهارُءوسَالقَومِشَقًّا ...وَنَخْتَلِبُالرِّقَابَفَتَخْتَلينا

ہم جنگ میں دشمنوں کے سروں کو خوب چیرتے پھاڑتے ہیں اور گردنوں کو بغیر دانت والی درانتی سے کاٹتے ہیں تو وہ کٹتی جاتی ہیں۔

وَرِثْنَاالْمَجْدَقَدْعَلِمَتْمَعَدٌّ ...نُطَاعِنُدُونَهُحَتّىيبينَا

قبیلہ معد خوب جانتا ہے کہ ہم ہی بزرگی کے وارث ہیں اور ہم اس کی خاطر نیزہ بازی کرتے ہیں تا کہ وہ خوب ظاہر ہو جائے۔

وَأَنَّا الْمَانِعُونَ لِمَا أَرَدْنَا... وَأَنَّا النَّازِلُونَ بِحَيثُ شِينَا

اور ہم ہی ہیں کہ جس چیز کو چاہیں روک دیں اور ہم ہی ہیں کہ جہاں چاہیں اتر پڑیں۔ (خیمے گاڑ لیں)

وَنَشْرَبُ إِنْ وَرَدْنَا الْمَاءَ صَفْوًا... وَيشْرَبُ غَيرُنَا كَدِرًا وَطِينَا

جب ہم کسی گھاٹ پر اترتے ہیں تو صاف ستھرا پانی پیتے ہیں اور دوسرے لوگ گدلا پانی اور کیچڑ پیتے ہیں۔

إِذَا بَلَغَ الفِطَامَ لَنَا صَبِي... تَخِرُّ لَهُ الْجَبَابِرُ سَاجِدِينَا

جب ہمارا کوئی بچہ دودھ چھڑانے کی عمر کو پہنچتا ہے تو بڑے بڑے متکبر اس کے سامنے سرنگوں ہو جاتے ہیں۔

چھٹا معلقہ - عنترہ بن شداد العبسی

نام و نسب:

عنترہ کا مکمل نام و نسب یوں ہے: عَنْتَرَةُ بنُ شَدّاد بن قَرَاد بن مَعْوِيَة بن زَهِير بن جَنَاب بن قَيس بن عُبَيس بن رِبَاح بن مَنْقِذ بن عَبْس العبسی

قبیلہ بنی عبس سے تعلق تھا جو ایک مُضَری قبیلہ سمجھا جاتا ہے۔ کنیت ابو عَمرو اور لقب الفارس الشاعر، الاسود العربی ہے۔ پیدائش تقریباً 525ء میں اور وفات: تقریباً 608ء میں ہوئی یعنی اس کا انتقال بھی بعثتِ نبوی ﷺ سے قبل ہو چکا تھا۔ عنترہ جاہلی دور کا افسانوی شہسوار اور عظیم شاعر تھا۔ اس کی والدہ حبشی کنیز تھی، اسی لیے اسے ابتدا میں غلام سمجھا گیا۔ اپنی جوانمردی، فروسیت، شجاعت، اور بلند حوصلہ کی بدولت آزاد ہوا اور قبیلے میں باعزت مقام حاصل کیا۔ اپنی محبوبہ عبلہ بنت مالك کے عشق میں اس کے اشعار عرب ادب کی لازوال داستان بن گئے۔ اس کی شاعری میں جنگ، فروسیت، بہادری اور غیرت کی جلوہ گری ملتی ہے۔ اس کا رومانوی قصہ عرب کی عوامی داستانوں میں آج بھی زندہ ہے۔

ادبی مقام اور شعری اسلوب:

عنترہ کا ایک قصیدہ سبعہ معلقات میں شامل ہے، جس میں محبت، شجاعت، خودداری، اور فطرت کی تصویریں نمایاں ہیں۔ عنترہ عرب کے بہادروں میں سے تھے، اور عظیم شعرا میں شمار ہوتے تھے، ان کے اشعار فخر اور حماسی انداز کی مثال بن گئے۔ فخر و شجاعت، قبائلی فخر، جنگ، تلوار، نیزہ، حماسی منظر کشی، گھوڑے، تلوار، دشمن کے خون، بہادری، حریت و خودی، آزادی کی جدوجہد اس کی شاعری کے اہم موضوعات ہیں۔ الغرض اس کا پورا کلام ایک شاعرِ شمشیر زن کی جھلک دیتا ہے۔ تشبیہات و مجاز کا بادشاہ ہے، اس کے کلام میں فصاحت و بلاغت کی اعلیٰ مثالیں ملتی ہیں۔ عنترۃ کے کلام سے متاثر ہو کر قرونِ وسطیٰ میں عرب ناول بھی لکھے گئے جنہیں سیرۃ عنترۃ کہا جاتا ہے۔

منتخب اشعار

هَلْ غَادَرَ الشّعَرَاءُ مِنْ مُتَرَدَّمِ ... أَمْ هَلْ عَرَفْتَ الدّارَ بَعْدَ تَوَهُّمِ

کیا شاعروں نے کوئی قابل اصلاح چیز چھوڑی ہے یا کیا تو نے شک اور وہم کے بعد اس کے (عبلہ کے) گھر کو پہچان لیا ہے؟

یا دَارَ عَبْلَةَ بِالْجِوَاءِ تَكَلَّمِي ... وَعِمِي صَبَاحًا دَارَ عَبْلَةَ وَاسْلَمِي

اے عبلہ کے گھر! جو کہ "جواء" نامی جگہ میں ہے، مجھ سے بات کر! صبح سلامت اے عبلہ کے گھر! خدا کرے تو صحیح سالم رہے۔

فَوَقَفْتُ فِيهَا نَاقَتِي وكَأَنَّها ... فَدَنٌ لأَقْضِي حَاجَةَ الْمُتَلَوِّمِ

میں نے اس گھر میں اپنی اس اونٹنی کو ٹھہرایا جو جسامت میں قلعے جیسی تھی تاکہ میں قیام کرنے والے (خود اپنے آپ) کی حاجت (رثاء) کو پورا کر سکوں۔

هَلّا سَأَلْتِ الْخَيلَ يَا بْنَةَ مَالِكٍ ... إِنْ كُنْتِ جَاهِلَةً بِمَا لَمْ تَعْلَمِي

اے مالک کی بیٹی! کیا تو نے گھڑ سواروں سے پوچھا نہیں؟ اگر تو ان واقعات سے بے خبر تھی جو تو نہیں جانتی!

إِذْ لَا أَزَالُ على رِحَالَةِ سَابِحٍ ... نَهْدٍ تَعَاوَرُهُ الكُمَاةُ مُكَلَّمِ

جب میں مسلسل ایسے طاقتور اور تیز رفتار گھوڑے کی زین پر جمع ہوا تھا جس پر ہتھیار بند لوگ حملہ آور ہو رہے تھے اور وہ زخمی ہو چکا تھا۔

طَوْرًا يجَرَّدُ للطّعانِ وتَارَةً ... يأْوِي إِلَى حَصِدِ القِسِي عَرَمْرَمِ

کبھی وہ گھوڑا نیزہ بازی کے لیے نکالا جاتا تھا (دشمنوں کے لشکر میں) اور کبھی ایسے لشکر کی طرف پلٹ آتا تھا جو مضبوط کمانوں والا اور زیادہ تعداد والا ہے۔ (اپنا لشکر)

يُخْبِرْكِ مَنْ شَهِدَ الوَقِيعَةَ أَنَّنِي... أَغْشَى الوغى وَأَعِفّ عِندَ المَغْنَمِ

جو لوگ جنگوں میں موجود تھے وہ تجھے بتا دیں گے کہ میں لڑائی میں چھا جاتا ہوں اور غنیمت کی تقسیم کے وقت پہلو تہی کرتا ہوں۔

ومُدَجَّجٍ كَرِهَ الكُمَاةُ نِزَالَهُ... لا مُمْعِنٍ هَرَبًا وَلا مُسْتَسْلِمِ

بہت سے مکمل ہتھیار بند ایسے ہیں کہ سورما بہادر؛ ان کے مقابلے سے گریزاں ہوتے ہیں، نہ وہ میدان سے بھاگنے میں جلد باز ہیں اور نہ ہتھیار ڈالنے والے ہیں۔

فَشَكَكْتُ بالرُّمحِ الأَصَمِّ ثيابَهُ... لَيسَ الكَريمُ عَلَى القَنَا بِمُحَرَّمِ

میں نے ٹھوس نیزے سے ان کے دل کو چیر دیا اور سردار آدمی ہمارے نیزوں پر کوئی حرام تو نہیں!

يدْعُونَ عَنْتَرَ والرِّمَاحُ كَأَنَّهَا... أَشْطَانُ بِئْرٍ فِي لَبَانِ الأَدْهَمِ

قوم کے لوگ عنترہ کو آواز دے کر مدد کے لیے پکارتے تھے اور نیزے میرے سیاہ گھوڑے کے سینے میں کنویں کی رسیوں کی طرح آر پار ہو رہے تھے۔

فَازْوَرَّ مِنْ وَقْعِ القَنَا بِلَبَانِهِ... وَشَكَا إِلَى بِعَبْرَةٍ وَتَحَمْحُمِ

تو وہ اپنے سینے پر نیزوں کے وار کی وجہ سے مُڑا اور اس نے ہنہنا کر اور رو کر مجھ سے شکایت کی۔

لَوْ كَانَ يدرِي مَا المُحَاوَرَةُ اشْتَكَى... وَلَكَانَ لَوْ عَلِمَ الكَلَامَ مُكَلِّمِي

اگر وہ جانتا ہوتا کہ الفاظ کیا ہوتے ہیں تو شکایت کرتا، اور اگر اس کو گفتگو آتی تو ضرور مجھ سے گفتگو کرتا۔

وَلَقَدْ شَفَى نَفْسِي وَأَذْهَبَ سُقْمَهَا... قِيلُ الفَوَارِسِ وَيكَ عَنْتَرَ أَقْدِمِ

لیکن میرا دل ٹھنڈا کر دیا اور گھوڑے کی ساری تکلیف کو دور کر دیا، شہسواروں کی اس پکارنے کہ "ہائے عنترہ! آگے بڑھ!"

ذُلُلٌ رِكَابِي حَيثُ شِئْتُ مُشَايِعِي... لُبِّي وَأَحْفِزُهُ بِأَمْرٍ مُبْرَمِ

میری سواریاں میری تابعدار ہیں، میں جہاں چاہوں لے جاؤں اور میری عقل میری مددگار ہے اور میں اس کو مضبوط رائے کے ساتھ چلاتا ہوں۔

ساتواں معلقہ - حارث بن حلزہ

تعارف:

پورا نام و نسب یوں ہے:

الحَارِثُ بنُ حِلِّزَة بنِ المكَرَّم بنِ رَبِيعَة بنِ مازن بنِ مالك بنِ زيد مناة بنِ يشْكُر بنِ بَكر بنِ وائل

قبیلہ بنو یشکر سے تعلق تھا جو قبیلۂ بکر بن وائل کی ایک شاخ تھی۔ لقب: فارس بکر، شاعر الحکمۃ، کنیت ابو شجرۃ تھی۔ اس کی پیدائش تقریباً 500ء میں اور وفات تقریباً 560ء میں ہوئی۔ حارث بن حلزۃ قبیلۂ بکر بن وائل کے معزز شیوخ اور شعراء میں شمار ہوتا ہے۔

ادبی مقام:

اس کی شہرت کا سب سے بڑا سبب ان کا وہ قصیدہ فخریہ ہے جو انہوں نے بادشاہ عمرو بن ھند کے دربار میں عمرو بن کلثوم کے مقابل پیش کیا۔ اس وقت حارث بیماری میں مبتلا تھا مگر ضعفِ جسمانی کے باوجود دربار میں زِرہ پہن کر کھڑا ہوا اور پھر پورا معلّقہ فی البدیہہ کہا۔

یہ معلّقہ سبعہ معلقات کا حصہ ہے، اور فخریہ و مدافعتی قصائد میں بلند مقام رکھتا ہے۔ یہ قصیدہ بنو بکر بن وائل کے قبائلی وقار اور عمرو بن کلثوم تغلبی کے الزام کا رد ہے۔ اس کی فضا درباری ادب، فخریہ رجز، اور حکیمانہ اسلوب پر مبنی ہے۔

کہا جاتا ہے کہ یہ قصیدہ قبیلوں کی مدافعت میں کہے گئے اشعار میں بلیغ ترین ہے، اور بنو بکر بن وائل کا فخر ہے۔

منتخب اشعار

أَيهَا النّاطِقُ الْمُرَقِّشُ عَنّا ... عِنْدَ عَمْرٍ و وَهَلْ لِذَاكَ بَقَاءُ

اے پرلے درجے کے چغل خور! اور ہماری طرف سے عمرو بن ہند کے پاس جا کر باتیں بنانے والے! کیا یہ چغل خوری چوری باقی رہ سکتی ہے؟

لا تَخَلْنَا عَلَى غَرَاتِكَ إنّا ... قَبْلُ مَا قَدْ وَشَى بِنا الأَعْداءُ

اپنے اس بھڑکانے کے باوجود ہمیں عاجز اور درماندہ نہ سمجھنا کیوں کہ اس سے پہلے بھی بہت سے دشمنوں نے ہماری چغلیاں کھائی ہیں۔

فَبَقِينَا عَلَى الشَّنَاءَةِ تَنْمِيـ ... ـنَا حُصُونٌ وَعِزَّةٌ قَعْسَاءُ

پھر بھی ہم اسی حالت پر باقی رہے کہ ہمارے قلعے اور ہماری متکبر عزت دشمنوں سے ہمارے بغض کو بڑھاتی رہی۔

أَوَ سَكَتّمْ عَنّا فَكُنّا كَمَنْ أَغْـ ... ـمَضَ عَينًا فی جَفْنِهَا الأَقْذَاءُ

اگر تم ہمارے معاملے میں خاموش رہو گے تو ہم بھی اس آدمی کی طرح ہو جائیں گے جس نے آنکھ بند کر لی ہو اور اس کے پپوٹے میں تنکا ہو۔

أَوْ مَنَعْتُمْ مَا تُسألُونَ فَمَنْ حُدّ ... ثْتُمُوهُ لَهُ عَلَيْنَا العَلاء

اور اگر تم اس خاموشی سے انکار کرو گے جس کا مطالبہ کیا گیا ہے تو وہ کون ہے جس کے متعلق یہ بتایا گیا ہو کہ اسے ہم پر کوئی برتری حاصل ہے؟

وَصَتيتٍ مِنَ العَوَاتِكِ لا تَنْـ ... ـهَاهُ إلا مُبْيضّةٌ رَعْلاءُ

شریف اور بہادر ماؤں کے بیٹوں کے کئی گروہ جنہیں کوئی نہیں روک سکتا تھا سوائے کثیر تعداد میں سفید زرہ پوش لشکر کے۔

فَرَدَدْنَاهُمْ بِطَعْنٍ كَمَا يَخْـ ... ـرُجُ مِنْ خُرْبَةِ الْمَزَادِ الْمَاءُ

تو ہم نے انہیں ایسے نیزہ مار کر پلٹا دیا جن سے مشکیزے کے منہ سے پانی کی طرح خون نکل رہا تھا۔

وَحَمَلْنَاهُمْ عَلَى حَزْمِ ثَهْلَا ... نَ شِلَالًا وَدُمِّيَ الْأَنْسَاءِ

اور ہم نے انہیں ثہلان نامی ٹیلے پر یوں منتشر کر کے چڑھا دیا کہ ان کی رانوں کی رگوں سے خون ٹپک رہا تھا۔

وَفَعَلْنَا بِهِمْ كَمَا عَلِمَ اللهُ ... وَمَا إِنْ لِلْحَائِنِينَ دِمَاءُ

اور ہم نے ان کے ساتھ وہ معاملہ کیا؛ جیسا کہ اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ ان کے مقتولین کا خون بہا بھی نہیں دیا گیا۔